محمد اسحاق بھٹی

ایک آیت

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورہ المطففین)

بڑی خرابی کی بات ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی، کہ جب لوگوں سے ناپ کریں تو پورا ہی لیں۔ اور جب انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔ کیا انھیں اس بات کا یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ اٹھائے جائیں گے، جس دن کہ (تمام) لوگ جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

قرآنِ مجید، صرف عقائد و عبادات یا الٰہیات ہی کی کتاب نہیں ہے، اس کی ایک عظیم الشان خوبی یہ ہے کہ اس میں اخلاق و دیانت کے بھی تمام شعبوں کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس کے اوراقِ مقدسہ ان سب امور کا احاطہ کیے ہوتے ہیں، جن کی لوگوں کو قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے، اور جن پر عمل کرنے سے معاشرہ سنورتا ہے، اس کی قباحتیں دُور ہوتی ہیں اور وہ بُرائیاں ختم ہوتی ہیں جو اس کی اخلاقی پاکیزگی میں رکاوٹ بنتی اور روحانی ترقی میں سدِّ راہ ہوتی ہیں۔

ان آیات میں اسی نوع کی ایک بہت بڑی بُرائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اس سے اپنا دامن بچا کر رکھو ــــ وہ برائی کوئی چیز لینے اور دینے کے وقت ناپ اور تول کے مختلف پیمانوں کے استعمال کی ہے۔ یہ تجارتی اخلاق کی ایک ایسی شق ہے جس کو عام طور سے تجارت پیشہ طبقہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا۔

یہ تیسویں پارے کی سورۂ مطففین کی ابتدائی آیات ہیں۔ یہ سورۂ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں قریش کا زور تھا، اور قریش اس دَور میں ایک اونچے درجے کی تجارت پیشہ قوم تھے۔ ان کے تجارتی قافلے ملک شام تک کے دور دراز علاقوں تک تگ و تاز کرتے تھے۔ اندرونِ ملک یعنی حجاز میں بھی مختلف مقامات پر اُن کے تجارتی مراکز قائم تھے۔ وہ ایک جگہ سے مال لاتے اور دوسری جگہ لے جاتے

تھے۔ قرآنِ مجید نے ان آیات میں ان کو تجارت میں دیانت و امانت کے اصول ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ ان لوگوں نے لینے اور دینے کے دو پیمانے مقرر کر رکھے تھے۔ دیتے وقت ناپ تول میں کمی کرتے اور لیتے وقت پورا لیتے۔ قرآن نے اس کو بہت بڑی معاشرتی برائی اور خرابی سے تعبیر کیا ہے کہ تم کوئی چیز کسی کو دو تو کم دو اور لو تو پوری لو ـــــ یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ پورا لینا ہرگز کوئی برائی نہیں، بلکہ کم دینا برائی ہے۔ پورا لینے کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ کیا اخلاقِ تجارت ہے کہ کم دیتے اور پورا لیتے ہو ـــــ ہونا یہ چاہیے کہ دو بھی پورا اور لو بھی پورا ـــ!

اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ (کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا ہی لیں) میں ان لوگوں کی بددیانتی و بدمعاملگی کے ساتھ ساتھ ان کی خودغرضی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو کوئی چیز خریدتے وقت تو بڑے تیز، ہوشیار اور چوکس ہوتے ہیں کہ ایک ایک چیز اچھی طرح ناپ جوکھ کر لیتے ہیں، اور فروخت کرتے وقت ان کا طرزِ عمل اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے ـــــ عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ـــــ یہاں عربی نحو کا یہ قاعدہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ جب مفعول کو فعل پر مقدم لایا جائے تو مفعول میں تخصیص و تحدید کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں تفسیر کشاف میں مرقوم ہے:

وبقدم المفعول علی الفعل لافادۃ الخصوصیۃ، لے یستوفون عَلَی الناس خاصۃ - فاما انفسھم فیستوفونھا۔

چنانچہ اس آیت میں بھی یہی مفہوم پیدا ہو گیا ہے کہ جب دوسروں سے کوئی چیز لینا مقصود ہو تو پوری ہی لیتے ہیں۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ کے سلسلے میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ وَیْل کے معنی افسوس اور خرابی کے بھی ہیں اور وَیْل جہنم کے ایک طبقے اور وادی کا نام بھی ہے۔ اگر یہاں ویل کو اس معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ کم تولنے والوں کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ بہرحال یہ آیت تجارتی اخلاق کے بارے میں ایک بنیادی اور اساسی اہمیت کی حامل ہے۔

ناپ تول میں کمی بیشی کی قرآنِ مجید نے بعض دیگر مقامات پر بھی سخت مذمت کی ہے اور پُر زور الفاظ میں حکم دیا ہے:

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ہ (بنی اسرائیل: ۳۵)

اور جب ناپ تول کر دو، تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

نیز فرمایا:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ (الرحمٰن ۸، ۹)

تولنے میں کمی بیشی نہ کرو، اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو، اور تول کو نہ گھٹاؤ۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اس معاشرتی برائی کی نشان دہی کی گئی ہے، اور اس کے ارتکاب سے لوگوں کو سختی سے روکا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں بھی یہ برائی موجود تھی، انھوں نے اس سے اپنی قوم کو روکا اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس سے روکا گیا ہے اور لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ کسی کا حق غصب نہ کریں، ناپ تول کے پیمانوں کو صحیح رکھیں اور عذابِ الٰہی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش

سورۂ مطففین کی مذکورہ بالا آیات میں فرمایا گیا ہے کہ تم ناپ تول کے دو پیمانے مقرر کر کے خود کو اللہ کے عقاب و عذاب کا ہدف کیوں ٹھہراتے ہو۔ کیا ایسے لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ ایک بہت بڑے دن کو اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے، اور پھر اپنی ان برائیوں کی سزا پائیں گے۔

قرآنِ مجید کا اسلوبِ کلام نہایت حکیمانہ ہے۔ وہ ان عیوب و نقائص کی نشاندہی انتہائی مؤثر طریقے سے کرتا ہے، جو معاشرے میں رواج پذیر ہو گئی ہوں، اور ان کا ارتکاب اس طرح ہونے لگا ہو کہ وہ برائی اور معصیت نہیں بلکہ ان کی حیثیت ایک فن اور ہنر کی ہے۔ ہمارا یہ معاشرہ بھی وسیع پیمانے پر اس مرض میں مبتلا ہے، اور اس کے مرتکب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ وہ عاصی اور گنہگار نہیں ہیں، بلکہ فن کار ہیں اور پھر اس صفائی سے اس کرتب کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ مجال ہے کوئی پکڑ سکے۔